قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی دینی مساعی سے بھرپور ... عزم

حیاتِ مستطاب کی کہانی اُن کی اپنی زبانی

حضرت شیخ الہندؒ سے تعلقِ خاطر کی وجہ سے ہمارے پورے خاندان کو انگریز اور انگریزیت، انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب سے نفرت

ریڈیو پاکستان کے نمائندے ۱۹۸۲ء میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انٹرویو کیلئے درخواست کی۔ حضرتؒ سے آمادگی کے اظہار کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب کی قیام گاہ پر انٹرویو لیا گیا جس کی ایک کیسٹ مولانا سمیع الحق صاحب نے بھی محفوظ کر لی تھی۔ مولانا ذاکر حسن نعمانی صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کی کہانی اُن کی اپنی زبانی کیسٹ سے نقل کر کے نذرِ قارئین کر رہے ہیں ۔۔۔ (ادارہ)

پیدائش

س :- محترم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب! آپ ہمیں یہ بتائیے گا کہ آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے ؟

ج :- میری پیدائش اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور اسی قصبے میں ہوئی جس میں دار العلوم حقانیہ قائم ہے اور خوشحال خان خٹک بھی اسی قصبے کے بزرگوں میں گذرے ہیں، میری پیدائش کا سن ۱۹۱۴ء ہے۔

ابتدائی ماحول اور والد صاحب کی تربیت

س :- مولانا صاحب! جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اُس وقت آپ نے اردگرد جو ماحول پایا، جن بزرگوں کے زیرِ سایہ تربیت حاصل فرمائی اُس کا ذکر کرنا پسند فرمائیں گے ؟

ج :- جس وقت سے میں نے اپنا ہوش سنبھالا ہے تو اُس وقت میرا جو ماحول تھا وہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی محفوظ رکھا تھا۔ میرے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا حاجی معروف گل صاحب ہے اُن کی یہ سعی اور کوشش رہا کرتی تھی کہ میرے اوقاتِ دن اور رات، سفر اور حضر دونوں تعلیم اور اخلاقی اقدار سیکھنے میں صرف ہوں۔ اور کوئی وقت ایسا جو بس لہو ولعب یا کھیل کود کے لیے نکالتا، تو وہ اس کے سخت مخالف تھے اور ناراض ہوتے اور مجھے اپنی نگرانی میں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بچپن کے زمانے میں جہاں جہاں میں نے اسباق پڑھے ہیں وہاں پر میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ راتوں رات آکر مسافر کی شکل میں جس کو کوئی نہ پہچانتے، وقت گذارتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو کہ میں سبق پڑھتا ہوں یا نہیں اور میرا تعلیمی ماحول رہتا ہے یا نہیں۔

انگریز اور انگریزیت سے نفرت

اس کے علاوہ میرے والد صاحبؒ کا قلبی تعلق اور رجحان حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ساتھ تھا اور حاجی صاحب ترنگزئیؒ کا تعلق حضرت شیخ الہندؒ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس کے ساتھ تھا۔ اس بناء پر قلبی عداوت انگریز کے ساتھ متوارث چلی آرہی ہے۔ اس زمانے میں انگریز کا بڑا دور اور غلبہ تھا۔ تو حضرت والد صاحبؒ کو اور ان کی وجہ سے ہم کو بھی قلبی عداوت تھی، نفرت تھی انگریز سے۔ اور انگریزیت سے انگریزی تہذیب سے بھی، یہاں تک کہ اس زمانے میں اسی نفرت کی بناء پر جو انگریزوں کے ساتھ ہم لوگوں کی تھی، اسی نفرت کی بناء پر مجھے میرے والد صاحبؒ نے بجائے سکول پڑھنے کے مسجد میں میرے لیے پرائیویٹ استاد رکھا اور وہ پرائیویٹ پڑھاتا رہا اور خود والد صاحبؒ نے علوم فقہیہ اور نظم فارسی کی جن کے وہ ماہر تھے وہ پڑھاتے رہے اور نگرانی بھی کرتے رہے۔

سکول میں صرف ایک دن

مجھے صرف ایک دن کے لیے عمر بھر میں سکول جانا ہوا تو میرے اُستاد جو پرائیویٹ تھے وہ سکول کے مدرس تھے، وہ جا رہے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ تو میں جب واپس آیا تو والد صاحبؒ نے بڑا ڈانٹا اس کو بھی اور مجھے بھی کہ تم میرے بیٹے کو ایسی تعلیم کیوں دیتے ہو جس میں انگریزیت کا سبق ہو۔ تو اس سے وہ جذبات معلوم ہوتے ہیں کہ والد صاحبؒ اور

گردونواح کے جذبات، انگریزوں سے نفرت کی وجہ سے انگریزی زبان تک سے نفرت تھی۔ میرے والد صاحبؒ چاہتے تھے کہ میں عربی علوم اور دینی علوم اور دینی اخلاق اور دینی کردار حاصل کروں، بجائے اسکے کہ کوئی ڈگری حاصل کروں یا کوئی چیز یا کوئی دنیوی منفعت حاصل ہو۔

مناسکِ حج میں والد کی دُعاء

یہاں تک کہ میرے والد صاحبؒ نے دو دفعہ حج کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے سفرِ حج کے موقع پر مناسک کی ادائیگی کے وقت بغیر اختیار کے کیئے کہ میں نے یہی دعا کی کہ یا اللہ! عبدالحق کو عالم اور مدرس اور دین کی اشاعت کرنے والا بنادے۔ یہ دُعائیں میری زبان سے بے اختیار نکلی تھیں۔

انگریز کے خلاف جہاد

اور اس زمانے میں اکابر علماء اور مشائخ کو جو نفرت تھی انگریز کے ساتھ وہ نفرت ہمارے والد مرحوم کے دل میں بھی رچ بس گئی تھی، چنانچہ اس زمانہ میں بھی حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ اس ملک میں کچھ کام کرتے رہے اور انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ مہمندوں میں بھی کام کرتے رہے تو اُن کے ساتھ جتنا بھی ہوسکا والد مرحوم نے مالی اعانت اور امداد کی اور لوگوں سے کہتے تھے کہ جاؤ تم جہاد میں شریک ہوجاؤ، تو دو بھی شرکت فرماتے رہے اور مجھے بھی پابند رکھا۔

سخت تعلیمی نگرانی

دن یا رات میں اگر کہیں دوسری جگہ پر زمانہ طالب علمی میں مسافر ہوتا تو بعض اوقات رات بھر وہ چوکیداری کرتے رہے کہ آیا میرا بیٹا سبق پڑھتا ہے یا نہیں پڑھتا یا وقت فضول گذارتا ہے یا کس طریقہ سے زندگی گذارتا ہے۔ تو اس بناء پر میرا ماحول جو انہوں نے انگریزیت سے اور لہو و لعب سے بالعموم دور رکھا قطعاً، اور انہوں نے مجھے بس مجبور رکھا کہ تم پڑھتے رہو، پڑھتے رہو اور صرف پڑھتے رہو۔

شیخ الہندؒ سے تعلقِ خاطر کی وجہ سے ہمارے پورے خاندان کو انگریز سے، انگریزیت سے اور انگریزی تہذیب سے نفرت رہی

بہرحال میرا سارا تعلیمی وقت اور ابتدائی ایام والد صاحب مرحوم کی سخت نگرانی اور کنٹرول میں گذرے۔ ابھی میری عمر کوئی سات آٹھ برس کی تھی کہ معلوم ہوا کہ یہ اکھوڑی قصبے ضلع اٹک میں ایک متقی اور بزرگ عالم ہیں، وہ بڑے محنتی ہیں، پڑھاتے ہیں، تو میرے والد صاحبؒ مجھے وہاں لے گئے، اس لیے کہ میں اُن سے کچھ پڑھ لوں۔ تو اس طریقے پر جس قدر وہ دن گذرے ہیں میرے والد صاحبؒ بھی میرے ساتھ پابند ہو کر وہ دن گذارتے رہے اور میری پوری نگرانی فرماتے رہے۔

س:۔ مولانا صاحبؒ! آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تو تفصیل سے فرمادیا ہے، آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے دوران جن اساتذہ سے آپ نے فیض حاصل فرمایا اُن کے بارے میں تھوڑا سا ہمیں بتادیجئے؟

ج:۔ ابتدائی علوم میں میں نے زیادہ فیض اپنے والد صاحبؒ سے اور پھر یہاں پر ایک عالم گذرے ہیں حاجی صاحب مسجد قصابان والے، اور ایک مولانا صاحب ہیں جن کو مشان مولانا صاحب کہا جاتا تھا، سے علوم حاصل کیے۔ پشاور کے مضافات میں بھی وہاں کے بزرگ علماء کے پاس مجھے والد صاحبؒ لے گئے اور وہاں بھی علوم حاصل کیے۔ باقی اس کے بعد جس وقت کتابیں متوسط درجے کی، اونچے درجے کی ہوئیں تو پھر اس کے بعد مجھے ہندوستان جانا ہوا۔ ہندوستان میں کچھ میرٹھ میں کچھ کلکتہ میں اور زیادہ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں گذارا۔

جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے

س:۔ مولانا صاحب! یہ کون سے زمانے کی بات ہے؟ آپ ذرا نشاندہی فرمائیے کہ جب آپ پہلی مرتبہ دیوبند تشریف لے گئے تھے؟

ج:۔ جی ہاں! تو یہ جو ہے غالباً ۱۳۴۷ھ کی بات ہے، اس لیے کہ ۱۳۵۲ھ میں فراغت ہوئی، تو اس سے پہلے چار سال وہاں میں پڑھتا رہا اور پھر اس کے بعد یہاں اکوڑہ خٹک میں والد صاحبؒ نے کہا کہ تم یہاں آکر پڑھاؤ اور کوئی ملازمت وغیرہ تم کو نہیں کرنی، تو پھر یہاں اس مدرسے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی اور کتابیں پڑھانا شروع کردیں۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جانا ہوا دارالعلوم دیوبند۔

س:۔ حضرت! ذرا اپنے عالم شباب کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیے؟

عالم شباب بھی تعلیم و تدریس میں گذرا

ج:۔ جی ہاں! تو وہ عالم شباب کے بارے میں میں نے آپ سے عرض کیا کہ والد صاحب مجھے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے کو نہیں چھوڑتے تھے، تو شباب کے زمانے میں بھی انہوں نے میری نگرانی کی اور تعلیم ہی پر توجہ دلائی۔ تو وہ سلسلہ تعلیم و تعلم شباب میں بھی باقی رہا۔ اس عالم شباب میں میں نے کچھ عرصہ طور و ضلع مردان میں، کچھ امازو گڑھی میں اور کچھ گجر گڑھی میں گذارا۔ علاوہ ازیں بھیچھ وغیرہ میں بھی چند برس متوسط کتابیں پڑھنے میں گذرا۔

س:۔ وہ کون سے محرکات اور عوامل تھے جو آپ کی موجودہ شخصیت کو بنانے میں کارفرما رہے ہیں؟

پاکستان میں حفاظتِ دین کا اہتمام

ج:۔ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہم دیوبند میں تھے تو اس وقت مدرسہ یا مدرسہ کے منتظمین بہ ذمہ دار تھے کتابوں کے اور

وہاں رہائش کے اور تمام چیزوں کے۔ ہم تدریس بھی کرتے اور تعلم بھی، لیکن جس وقت یہ ملک تقسیم ہوا تو تقسیم کے بعد یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اسی ملک میں دین کی حفاظت کے لیے کچھ سعی کرنی چاہیئے۔ اس لیے کہ نیا نیا پاکستان جب بنا تھا تو اس کے مختلف شعبے چلانے تھے اس کی طرف حکومتوں نے توجہ کی تھی، وزراء نے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ فلاں کارخانہ ہونا چاہیئے اور فلاں منصوبہ بننا چاہیئے، لیکن یہ فکر کسے بھی نہ ہوئی کہ دین کا کیا ہوگا، اسلام کا کیا بنے گا پاکستان میں؟ یا علومِ نبوت کی ترویج و اشاعت اور حفاظت کا بھی کوئی منصوبہ بننا چاہیئے۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام الہامی تھا

پہلے تو ہندوستان میں مثلاً اسلام کی خدمت مسلمان کرتے رہے پھر اس کے بعد انگریز آئے، ہندو آیا اور اس نے اسلام کی اور دین کی بیخ کنی کرنا چاہی۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، انہوں نے سوچا کہ برصغیر میں جو اُس وقت متحدہ تھا، اس میں دین کی حفاظت کی کیا صورت اختیار کی جائے؟ تو انہوں نے اس کے لیے ایک صورت اختیار کی یہاں پر چونکہ فوجی طاقت تو ہمارے پاس ہے نہیں نہ مالی طاقت ہے نہ فوجی طاقت ہے اور وہاں انگریز اور ہندو دونوں کے ساتھ ہم لڑیں۔ تو یہ الہامی القاء دل میں ان کے ہوئی کہ تم ایک مدرسے کی بنیاد رکھو، تو انہوں نے دیوبند میں ایک مدرسے (دارالعلوم) کی بنیاد رکھی، جس میں ایک استاد اور ایک طالب علم تھا اور انہوں نے مدرسے کی بنیاد رکھ کر لوگوں میں اشاعتِ دین کی ترغیب شروع کردی۔ اُس وقت لوگ ہنستے رہے کہ انگریز کے مقابلہ میں اور ہندو کے مقابلے میں اور پادریوں کے مقابلے میں یہ چند مولوی کیا کرسکیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے پاس کوئی طاقت نہیں، کوئی سامان نہیں ہے، لیکن اس زمانے میں جو کام انہوں نے اخلاص سے کیا اُسی اخلاص کی برکت سے وہ دارالعلوم ایسا بنا ایسا تناور درخت بنا کہ جس کا پھل اور پھول اور ثمرات صرف برصغیر ہی نہیں تمام عالم میں پھیلے اور پوری انسانی تہذیب پر اس کے اثرات پڑے۔

> فراغت کے بعد والد صاحبؒ نے کہا تم اکوڑہ میں پڑھاؤ، کوئی ملازمت نہیں کرنی، اُس وقت سے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا پس منظر

جس وقت تقسیم ہوئی، پاکستان بنا تو اُس وقت ہم نے بھی سوچا کہ اس ملک میں اسلام کے لیے کیا کرنا چاہیئے، پھر یہ دل میں آیا کہ اسلام کے لیے اکیلے کیا کرسکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ پھر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ۱۸۵۷ء کی لڑائی کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے چند ساتھیوں نے اسلام کا جھنڈا لے کر بلند کیا اور اللہ نے فتح دی، تو ہم کیوں یہ نہیں کرسکتے کہ ہم اسلام کا جھنڈا لے کر اسلامی تعلیمات کا، اور خصوصاً یہ پاکستان جس نظریہ کی بناء پر بنا ہے ہم اس نظریئے کو پھیلانے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ہماری امداد بھی اللہ تعالیٰ ضرور کریں گے۔

تو ہم نے یہ سوچا کہ ہمارے پاس نہ دولت ہے اور نہ شریعت کے عملی نفاذ کا موقع ہے نہ یہ ہم کرسکتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام فوراً نافذ کردیں اس لیے کہ اختیارات نہیں، لیکن کوشش تو کرسکتے ہیں تو اگر ہم کوشش کریں گے تو ۱۸۵۷ء میں اسلام باقی رہا اور پھر اس کے بعد تقسیمِ ہند کے وقت وہ علوم باقی رہے اور اب پورے برصغیر میں اس کی بڑی بڑی جامعات قائم ہوچکی ہیں۔ تو اب جب تقسیم ہوگئی لہٰذا اب اسلام، اسلامی علوم کو باقی رکھنے کے لیے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

آغاز توکل علی اللہ تھا

چنانچہ مدرسہ کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مدرس ہو اور تنخواہ ہو، کتابیں ہوں، رہائش ہو، تو ہم نے سب چیزوں کو چھوڑا کہ نہ ہمیں تنخواہ کی ضرورت ہے نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ رہائش ہو۔ خداوند کریم رازق ہیں، اب تک اللہ نے دین کی حفاظت کی اب بھی اللہ ہی کرے گا، ہماری تو ہمت آگے بڑھانا ہے کہ ان شاء اللہ تم ان شاء اللہ ہم اسی اسلام کی خدمت کے لیے کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ ہم نے دو تین ساتھیوں کو ملا کر خفیہ طریقے پر تاکہ لوگوں کو اطلاع اگر مل جائے تو وہ ہنسیں گے کہ یہ دیوانے ہیں، کیا کرتے ہیں۔ تو ہم نے خفیہ طریقے پر تین سال تک ابتداء میں اس دارالعلوم کو خفیہ رکھا اور اس کی کسی کو اطلاع بھی نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت

اور فقط اللہ کے نام پر، اُسی کے بھروسے پر کام شروع کیا تو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے فضل سے تین برس کے بعد پھر یہ معاملہ خود ظاہر فرمادیا کہ یہاں ایک مدرسہ ہے۔ تو وہ آیت تو آپ کو یاد ہے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون﴾ تو سب کاموں میں حفاظت کرنے کا وعدہ اللہ نے اس ذکر کے متعلق فرمایا کہ میں نے اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ تو سب سے اللہ کا وعدہ ہے اخلاص اگر ہو، سچائی ہو، صداقت ہو، خودغرضی نہ ہو، نام و نمود نہ ہو اور اس کے لیے دین کی ذکر کی حفاظت کی کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ اس کو بلا تکلف اللہ امداد شامل حال کرے گا، کامیابی دے گا۔

س:۔ آپ ہمیں یہ بتائیے کہ دیوبند میں جو عرصہ آپ نے وہاں گذارا اُس زمانے میں جن اساتذہ سے آپ نے فیض حاصل فرمایا، جن شخصیات سے آپ وہاں متعارف ہوئے اور جن علماء دین سے

ہم قدیم طلبہ پورے کرتے تھے۔ تو یہ ایثار جو ہے یہ ہم طلباء آپس میں کرتے رہتے تھے اور اس کے نتیجہ میں بڑی سہولتیں اُن جدید طلباء کو ملتی رہیں۔ بعض بیچارے غریب اور کسی کام کے نہ تھے، تو یہ بھی ہوا کہ خود مجھے بھی وہاں پر ایک جگہ پر ایک وقت کا کھانا ملتا تھا۔ ایک وقت تو وہاں پر ایک طالب علم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کو ایک وقت کی روٹی ملتی ہے تو اس نے مجھے لے جاکر وہ گھر بتا دیا کہ اس کے ہاں سے تو کھانا لایا کرا در مجھے کھانا مل جاتا ہے دوسری جگہ سے، چھ مہینے کے عرصے میں وہاں سے وہ کھانا لاتا رہا، ایک روٹی پر اکتفا کیا۔ تو پھر اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ طالب علم خود روزہ رکھتا ہے، یہ خود ایثار کرتا ہے تو پھر میں نے اُس سے عرض کیا کہ بھائی یہ تو بہت ہی نامناسب بات ہے کہ تم خود بھوکے رہو اور ہمیں کھلاؤ، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو مسلمان کی شان ہے۔ ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ۔ تو اس طریقے پر وہ طالب علم آپس میں ایک دوسرے کے غم خوار اور ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے والے، بہتری چاہنے والے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں دینی خدمت پر پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ کے قیام کو کیوں ترجیح دی؟

س :۔ مولانا صاحب! آپ ہمیں وہ وجوہات بتائیے گا کہ جن کی بنا پر آپ نے دیوبند کی بجائے یہاں پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھنا پسند فرمایا؟

ج :۔ اس کی تو حقیقت یہ ہے کہ دو ہی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چونکہ یہ مدارسِ دینیہ یہ سلسلہ پہلے ہندوستان میں تھا اور ہمارا ملک بالخصوص صوبہ سرحد تو مدارسِ دینیہ سے محروم تھا۔ تو اُس وقت ہم نے یہ سوچا کہ اگر ہم چند آدمی بھی یہاں سے ہندوستان چلے جائیں تو پھر اس ملک میں دین کی خدمت اور دین کی اشاعت کے لیے کوشش آخر کس کی ذمہ داری ہوگی؟ یہ کام کس کے ذمے ہوگا؟ تو اس بناء پر گویا یہ ارادہ کیا کہ اب وطنِ عزیز اور اپنے اس ملک کی دینی خدمت کرنی چاہیئے۔ تو اس میں ہم سمجھتے تھے کہ جس طریقہ سے ہمارے پیشروؤں نے، بزرگوں نے دین کی خدمت کی برکت سے ملک کو آزاد کیا تو پاکستان کی دینی خدمت بھی جب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ بھی کامیاب رہے گا۔ تو اس بناء پر ہم نے وہاں جانے کے بجائے یہاں فیصلہ کیا دین کی خاطر تاکہ دین کی حفاظت ہو، دین کی اشاعت ہو۔

حقانیہ چھوٹی مسجد سے بڑے دارالعلوم تک

س :۔ مولانا صاحب! یہ موجودہ جو دارالعلوم حقانیہ ہے، یہ ظاہر ہے اس کی جو موجودہ شکل ہے یہ آپ کے خلوص، محنت، عقیدت اور میں سمجھتا ہوں کہ خدمات کی مرہونِ منت ہے، آپ ہمیں یہ بتلائیے گا کہ آپ نے اپنی دینی خدمات اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں یہ جگہ کیوں منتخب فرمائی؟

ج :۔ یہ جگہ دیکھئے نا، سب سے پہلے جس جگہ مدرسہ کی بنیاد رکھی ہم نے وہ ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک میں چھوٹا سا محلہ ہے "ککے زئی" اس محلہ کی چھوٹی سی مسجد میں اسباق شروع کیے اور وہ وقت ایسا تھا کہ جس وقت ہم کو خود یہ خطرہ لاحق ہوتا تھا کہ اگر ہم ابھی سے یہ اعلان کر دیں کہ یہاں ایک دارالعلوم ہوگا، یہاں مدرسہ ہوگا، یہاں فلاں علوم ہوں گے، تو لوگ مخالفت کریں گے۔ تو اس بناء پر ہم نے یہ کوشش کی کہ اپنی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد رکھی، پھر اس کے پاس ہی سے ایک جگہ کرایہ پر لی، تقریباً بیس پچیس سال کے لیے کرایہ پر لیا مکان اور اس میں بچوں کو قرآن مجید اور نماز جنازہ اور ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ تمام چیزیں انہیں بتائی جائیں، وہ بتانا شروع کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس مسجد میں گنجائش نہ رہی کہ اس میں تقریباً پچاس ساٹھ طالب علم بھی ہوں اور چار پانچ مدرس بھی اُس میں پڑھاتے ہوں، جگہ تھی قلیل، تو ہم نے اُس وقت یہ کوشش کی کہ کوئی وسیع جگہ، کوئی فراخ جگہ ہمیں مل جائے۔ تو اُس وقت ہمارے گاؤں میں ہندوؤں کا ایک مندر تھا، ہندوؤں نے چھوڑا تھا تو ہمیں وہاں پیش کش یہ کی گئی کہ تم اس کی کوشش کرو کہ یہ مندر مل جائے، لیکن اُس مندر سے ایک تو قلبی نفرت تھی کہ ہندوؤں کی جگہ پر قرآن و حدیث کو ہم رکھیں، ایک تو یہ چیز طبیعت کو تھوڑی سی ناگوار تھی شریعت میں تو کوئی جگہ اگر پاک کر دے تو وہ پاک ہو گئی لیکن بہر حال طبیعت کو ناگوار تھی اور دوسرے یہ کہ پھر قلت محسوس ہوگی وہاں بھی، تو اس بناء پر وہ جگہ تو ہم نے لی نہیں، دوسری جگہ گاؤں میں کوئی تھی نہیں اس طریقہ سے کشادہ کہ جس میں گنجائش ہو، تو یہاں سے ایک میل باہر جگہ ہے ایک صاحب نے پیش کش کی ہمیں کہ اس کو لے لو، لیکن جب اس کو دیکھا تو یہ محسوس کیا کہ طلباء کے لیے آنا جانا ضروریاتِ زندگی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ تو اس وقت یہاں کھنڈرے تھے اب جہاں دارالعلوم ہے۔ تو ان کھنڈروں میں بسم اللہ کر کے ہم نے کہا کہ یہ جگہ انشاءاللہ کشادہ ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ پورا کرے گا۔ تو اس طرح ہم نے یہاں پر بنیاد رکھی۔

دارالعلوم کی تعمیر

س :۔ دارالعلوم کی اتنی بڑی اور وسیع تعمیر کیسے ہوئی؟

ج :۔ بس اللہ ہی کے فضل سے! اصل میں بات یہ ہے کہ یہاں جس وقت ہم نے ارادہ کیا کہ اس جگہ کی تعمیر کریں تو اُس وقت شوریٰ کے ممبر حضرات کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اس کی تعمیر کیسے کی جائے؟

آپ کا واسطہ پڑا اس کے بارے میں ارشاد فرمائیے؟

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام

ج :۔ تو گذارش ہے کہ جس زمانے میں مَیں وہاں پڑھ رہا تھا دیوبند میں تو وہاں کے اکابرین علماء میں سے حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت العلامہ مجاہدِ اعظم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ، یہ اُس زمانے کے مشہور اساتذہ تھے جو کہ ہمیں پڑھاتے رہے، انہوں نے بڑی محنت سے پڑھائی کی اور بڑی للّٰہیت سے، اُس زمانے میں بڑی للّٰہیت تھی۔

دارالعلوم دیوبند میں جب چھ ماہ تک تنخواہ نہ ملی

ایک تو مدرسہ کا اندرونی نظام ہوتا تو وہ تو اہلِ حل وعقد جو ہیں وہ اُن کا کام ہے۔ البتہ یہ ہے کہ جو حالات ہم نے دیکھے ہیں وہاں پر۔ مثلاً ایک وقت ایسا آیا کہ جس میں چھ (۶) مہینے تک تنخواہ نہیں ملی، کچھ نہیں تھا، تنخواہ وغیرہ کچھ تھا نہیں، تو جس قدر وہاں کے مدرسین اور ملازمین تھے اُن کو مہتمم صاحب نے جمع کیا (اور کہا) کہ مدرسہ کا خزانہ تو خالی ہے، آپ حضرات اب کیا کریں گے؟ سب نے کہا کہ ہم بالکل اس کے لیے تیار ہیں کہ ہم بلا تنخواہ کام کریں گے، چھ مہینے تک اُن کو تنخواہ نہیں ملی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ حالت بھی تھی کہ ایک دفعہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اُن کو تقریباً چودہ روپے ماہوار (مشاہرہ) ملتا تھا، اُن کو کہا گیا کہ بارہ سو (۱۲۰۰) روپے ماہوار مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آپ کو ملیں گے، آپ بارہ سو (۱۲۰۰) روپے لیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں یہ بارہ (۱۲)، چودہ (۱۴) روپے لیتا ہوں تو مہینے کے آخیر میں مجھے سوچ رہتی ہے کہ یہ کس چیز پر لگاؤں گا، یعنی جو بچ جاتے ہیں تو اس کے لیے مَیں سوچتا ہوں کہ کہاں دوں، تو اب میں یہ بارہ سو روپے لے کر اس کو میں کہاں پہ محفوظ رکھوں گا، کہ تم لوگ ہمیں یہ نصیحت کرتے ہو ــــ تو وہاں کے جو مدرس رہے مثلاً اور وہاں کے جو طلباء اس زمانے میں تھے وہ نہایت ہی توکل علی اللہ کرتے رہے اور کسی قسم کے مطالبہ کا تصور بھی نہ تھا ــــ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی۔

س :۔ مولانا! دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں خدمت و تبلیغِ دین کا کوئی واقعہ بتانا پسند فرمائیں گے؟

ج :۔ واقعہ تو یہ ہے کہ جن دنوں میں ہم وہاں تھے تو سب سے اوّل مقصد تو وہ پڑھائی کا تھا کہ پڑھیں اور سیکھیں۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کا، جن کی یہ تحریک تھی کہ شودروں کو وہ ایک سلسلہ چلا تھا اور لوگ چاہتے تھے کہ عیسائی بن جائیں اور یہ ہندو چاہتے تھے کہ یہ ہندو بن جائیں۔ تو ہم طالب علم ایسا کرتے تھے کہ وہاں کم از کم اور نہیں تو جمعہ کی رات کو ہم اُن کے گاؤں جا کر کے اسلام کی خوبیاں بیان کرتے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ شودر عیسائیت کی گود یا ہندوؤں کی گود میں جانے کے بجائے اسلام قبول کریں۔ یہ اساتذہ کی برکتیں تھیں کہ ہماری دعوت و تبلیغ کا انداز اتنا نرم، سہل اور اتنا مصالحانہ تھا کہ ہمارے مسلسل اس عمل سے کبھی بھی کبیدہ خاطری، بحث و مناظرہ، دنگا فساد اور جھگڑے کی نوبت نہیں آئی۔

س :۔ مولانا! تحریکِ پاکستان میں علماءِ دیوبند کا کردار کیا تھا؟

تحریکِ پاکستان اور عُلماءِ دیوبند

ج :۔ دارالعلوم کے جس عرصہ میں ہم وہاں رہے، وہاں پر وہ شُدھی، سنگھٹن اور کانگریس اور مسلم لیگ اور اسکے علاوہ اور جماعتیں اپنا اپنا کام کر رہی تھیں۔ ہمارے ہاں کے بزرگوں میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وہ پاکستان کے قیام کے لیے جلسے اور اس سلسلہ کے ممکن ذرائع اور وسائل کا باقاعدہ اہتمام کرتے رہے اور لوگوں کو یہی بتاتے رہے کہ تم اسلام کے لیے ایک ایسا خطہ محفوظ کر لو کہ جس میں ہمارے اسلامی قوانین ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مساعیِ جمیلہ کی تکمیل کے لیے اُن کی رفاقت میں بہت سے علماء نے اور بہت سے طلباء نے محنت کی اور پاکستان کے قیام کے لیے کوششیں کی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ خطّہ اسلامی نظام کا متحمل ہو۔

یہ ایک حقیقتِ واقعہ ہے کہ اگر دارالعلوم دیوبند کے اکابر قیامِ پاکستان میں حصّہ نہ لیتے تو آج ہمیں یہ خطّہ حاصل نہ ہوتا، ہمارے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ یہ اُن مجاہدین کی برکت ہے کہ جنہوں نے اپنے دن اور رات سب ایک کیے اور مسلمانوں کے لیے ایک خطہ مستقل تیار کیا تاکہ دین کی تجربہ گاہ بنے۔

زمانۂ طالبِ علمی کے بعض واقعات

س :۔ دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کی عام طلبہ کے لیے یا اجتماعی کاموں میں حصّہ لینے کی اہم بات؟

ج :۔ ہمارا وہاں پر یہ طریقہ تھا کہ جب نئے طلباء آتے تھے مدرسہ میں داخلہ کے لیے، تو تقریباً کاغذات اور داخلہ کے تکمیلی مراحل پر تقریباً بارہ (۱۲) دن گذرتے تھے۔ تو اُن بارہ دنوں میں ہم طلباء یہ کوشش کرتے کہ جس قدر قدیم طلباء ہیں وہ اُن جدید طلباء کی رہائش کا، کھانے کا انتظام کرتے اُس وقت تک جب تک کہ مدرسے سے انتظام نہ ہو ــــ تو جدید طلبہ کے ان ایام کے اخراجات

خان محمد زمان خان صاحب اور جناب شیخ میاں صاحب اور جناب اعظم خان صاحب اور جناب اکرم شاہ صاحب اور پیر مردان مل والے حضرات ہیں انہوں نے اور اس طریقے سے مختلف جگہوں سے بعض حضرات نے اپنے لیے ایک ایک کمرے کو مخصوص کیا کہ یہ کمرہ ہم بنالیں گے، انہوں نے اخراجات برداشت کیے۔ جنہوں نے جو خرچ کیا ہے تو ان کا نام بھی کتبے کی شکل میں اس کے اوپر مکتوب ہے ــــــ

بس جو کچھ ہوتا رہا اللہ کے فضل سے ہوتا رہا۔ اللہ ہی نے لوگوں کے دلوں میں ڈالا، اُس نے ہی ادھر خلقت کو متوجہ کیا اور دل پھیر دیئے ورنہ نہ تو ہمارے بس کا یہ کام ہے اور نہ ہم اس کے اہل ہیں۔

دارالعلوم اور طلبہ کی کفالت

س:۔ دارالعلوم اور طلبہ کے سلسلہ میں کچھ وضاحت فرمائیے؟

ج:۔ یہاں سے جو طلباء تمام علوم سے فارغ ہو چکے ہیں اُن کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور باقی جو پڑھنے والے ہیں ان پڑھنے والوں میں ہمارے ہاں دو حصے ہیں، ایک حصہ بچوں کا ہے جس کو شاید آپ نے دیکھ لیا ہوگا، اور ایک حصہ بڑوں کا ہے جو حصہ بڑوں کا ہے تقریباً سات سو طلباء ایسے ہیں جن کو باقاعدہ طور پر دارالعلوم میں داخلہ دیا جاتا ہے، اور ان کے کھانے کا، چارپائی کا، رہائش کا، بجلی کا اور صابن کا اور کتب وغیرہ سب ضروریات تقریباً مدرسے کی جانب سے پوری کی جاتی ہیں، اس پر ان سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

اخراجات اور سالانہ بجٹ

س:۔ مولانا صاحب! تو یہ اخراجات اور بجٹ کس طرح پورا ہوتا ہے اور کہاں سے؟

ج:۔ یہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

مَیں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا کہ دُنیا کے اندر جتنے کام ہیں اُن کاموں میں تکلیف اور اشکال پیش آتا ہے لیکن سوائے تعلیماتِ اسلامیہ کے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ "ہم نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں"۔ ہمارے ہاں اب تک کوئی معین گرانٹ کسی کی جانب سے نہیں ہے لیکن کچھ اللہ کے بندے آجاتے ہیں وہ یہاں کے دینی کام کو دیکھ کر اور دارالعلوم میں گھوم پھر کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ چار ہزار میری طرف سے لگالو، یہ پانچ ہزار میری طرف سے لگالو۔ پھر ہمارا طریقہ ہے کہ اس کو رجسٹر میں درج کرتے ہیں، جس کی ان کو باقاعدہ رسید دی جاتی ہے۔ پھر سالانہ جتنی آمدنی و خرچ ہے وہ سب جمع کرتے ہیں، سب کو جمع کرنے کے بعد پھر شوریٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور سب سے کہا جاتا ہے کہ جہاں پر کوئی اعتراض ہو، بے جا خرچ ہو تو اس پر آپ اعتراض کر سکتے ہیں۔ اب بھی ہمارے ہاں جو مکانات ہیں، جو ماہرین ہیں تعمیر کے، جب وہ آتے ہیں اور ہمارے ناظم صاحب سے پوچھتے ہیں تو کسی پر ساٹھ ہزار، کسی پر پچاس ہزار، کسی پر ستر ہزار روپے کا خرچہ آیا ہوتا ہے، تو وہ تعجب کرتے ہیں کہ یہ کام اگر ہمارے ہاں ہوتا تو چار، پانچ لاکھ روپے خرچ ہوتے، یہ تمہارے ہاں کس طریقے سے کم خرچ ہوئے؟ تو ہم کہتے ہیں بس اللہ تعالیٰ امداد فرماتے ہیں۔

تو یہاں کی آمدنی جو ہے وہ سب غیبی ہے من اللہ ہے اور کوئی خاص معین جگہ نہیں۔ اور وہ جو چیز آمدن ہے وہ رجسٹر میں، کتابوں میں درج کی جاتی ہے اور اس کی باقاعدہ رسید دی جاتی ہے، اور اخیر سال میں اس کا حساب شوریٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے مکمل اس کے بعد آڈٹ بھی کراتے ہیں، ہمارے حسابات کی آڈٹ کمپنیاں چیکنگ کے بعد باقاعدہ تصدیق کرتی ہیں۔

مؤتمر المصنفین کی تازہ عظیم اور شاہکار پیشکش

ایک نادر تحفہ ــــــ ایک عظیم خوشخبری!

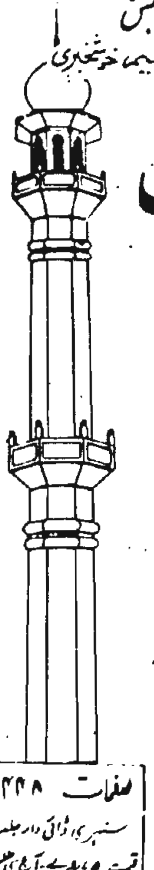

کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم

مولانا سمیع الحق

مرتب

مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، اُدباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے

صفحات ۴۴۸

سنہری، ڈائی دار جلد

قیمت ۵۰ روپے۔ آج ہی طلب فرمائیے۔

مؤتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور

پاکستان